



وَإِمَّا يَنْزَعُ عَنِّي مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِدْ بِاللَّهِ

اور کبھی چوک لگے تجھ کو شیطان کے چوکنے سے تو پناہ پکڑا اللہ کی ۔

تفسیر ابن کثیر

علامہ عما الدین ابن کثیر

مترجم

مولانا محمد صاحب جونا گردھی

فُصَّلَاتٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حم (۱) تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (۲)

حَمِيمٍ ۔

اتری ہوتی ہے بڑے مہربان بہت رحم والے کی طرف سے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عربی کا قرآن ربِ حلم کا انتارا ہوا ہے ۔ جیسے اور آیت میں فرمایا:

فَلَنْ تَرَكَ رُوحُ الْفُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ (۱۶:۱۰۲)

اسے تیرے رب کے حکم سے روح الامین نے حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے ۔

اور آیت میں ہے:

وَإِنَّهُ لِتَنزِيلِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ
عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُذَرِّينَ (192:26-194)

روح الائمه نے اسے تیرے دل پر اس لیے نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو اگاہ کرنے والا ہن جائے۔

کتابٌ فصلٌ آیاتُهُ ...

کتاب ہے جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے

اس کی آیتوں مفصل ہیں ان کے معانی ظاہر ہیں احکام مطبوع ہیں۔ الفاظ واضح اور آسان ہیں جیسے اور آیت میں ہے:

بِكِتابٍ أَحْكَمْتُ إِيمَانَهُ ثُمَّ فَصَّلْتُ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (11:1)

یہ کتاب ہے جس کی آیتوں حکام و مفصل ہیں یہ کام ہے حکیم و خبیر کا۔

... فَرَأَيْنَا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۳)

قرآن عربی زبان بے اس قوم کے لئے جو جانتی ہے۔

لفظ کے اعتبار سے مجرور معنی کے اعتبار سے مجرور اس بیان وضاحت کو ذی علم سمجھ رہے ہیں۔ سورہ میں اور جگہ فرمایا:

لَا يَأْتِيهِ الْبَطْلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (41:42)

باطل داں کے 2 گے سے اسکے نہ پیچے سے حکیم و حمید رب کی طرف سے اترا ہوا ہے۔

بَشِيرًا وَنَذِيرًا ...

خوشخبری سنانے والا اور وحیم کا نے والا

... فَأَعْرَضَ أَكْثُرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (۴)

پھر بھی ان کے اکثروں نے من پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں۔

یہ ایک طرف مومنوں کو بشارت دیتا ہے دوسرا جانب مجرموں کو وحیم کاتا ہے کفار کو ذرا تباہ ہے باوجود ان خوبیوں کے پھر بھی اکثر قریشی من پھیرے ہوئے اور کافوں میں نہیں کاش بھرے ہوئے ہیں۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِلَّهٖ مَمَّا نَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقُرُّ ...

اور سکتے ہیں کہ تو جس کی طرف ہمیں بلا رہا ہے ہمارے دل تو اس سے پردے میں ہیں اور ہمارے کافوں میں گرانی ہے

پھر ہر یہ دھنائی دیکھو کر خود کہتے ہیں کہ تیری پکار سے تو ہمارے دل پر دوس میں ہیں۔

اور جو تو لا یا ہے اس سے ہم تو بہرے ہیں۔

... وَمِنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ ...

اور ہم میں اور تجھ میں ایک حجاب ہے

اور تیرے اور ہمارے درمیان آڑ ہے۔ تیری باتیں نہ ہماری تجھ میں آئیں نہ عقل میں سما کیں۔

... فَاعْمُلْ إِنَّا عَامِلُونَ (۵)

اچھا تو اب اپنا کام کیے جا ہم بھی یقیناً کام کرنے والے ہیں۔

جا تو اپنے طریقے پر عمل کرتا چلا جا۔ ہم اپنا طریقہ کار ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ ناممکن ہے کہ ہم تیری مان لیں۔

کفار کمہ کا آنحضرتؐ کو لالج دینا:

یہ رہا ان اخلاق میں ہے کہ قریشیوں کی مجلس ایک مرتب جمع تھی۔ آنحضرتؐ خانہ کعبہ کے ایک کوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے تھے قریش سے کہنے لگا کہ اگر تم سب کا مشورہ ہوتا میں محمدؐ کے پاس جاؤں انہیں کچھ سمجھاؤں اور کچھ لالج دوں۔ اگر وہ کسی بات کو قبول کر لیں تو ہم انہیں دے دیں یا اور انہیں ان کے کام سے روک دیں۔

سب قریشی اس پر رضا مند ہوئے۔

چھوڑ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

برادرزادے! تم عالی نسب ہو تم ہم میں سے ہو ہماری آنکھوں کے تارے اور ہمارے کلیچ کے گلے۔ ہو افسوس کتم اپنی قوم کے پاس ایک عجیب و غریب چیز لائے تم نے ان میں پھوٹ دلوادیے تم نے ان کے عقل مندوں کو بے وقوف قرار دیا۔ تم نے ان کے مجبودوں کی عجیب جوئی کی تم نے ان کے دین کو برداشتہ شروع کیا تم نے انکے بڑے بوڑھوں کو کافر بنا لایا۔

اب سن لواحق میں آپ کے پاس ایک آخری اور انجاتی فیصلے کے لیے آیا ہوں۔ میں بہت سی صورتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے جو آپ کو پسند ہو قبول کیجئے اور اللہ کے واسطے اس فتنے کو تتم کر دیجئے۔

آپ نے فرمایا جو تمہیں کہنا ہو کہو میں سن رہا ہوں۔

اس نے کہا سنو اگر تمہارا ارادہ اس چال سے مال کے جمع کرنے کا ہے تو ہم کرتے ہوئے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کتم سے بڑھ کر مالدار سارے قریش میں کوئی نہ ہو۔

اور اگر آپ کا ارادہ اس سے اپنی سرداری کا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔

اور اگر آپ با دشاد نہنا چاہتے ہیں تو ہم ملک آپ کو سونپ کر رعایا بننے کے لیے بھی تیار ہیں۔

اور اگر آپ کو کوئی جن وغیرہ کا اثر ہے تو تم اپنا مال خرچ کر کے بہتر سے بہتر طبیب اور جہاز پھونک کرنے والے مہیا کر کے آپ کا علاج کراتے ہیں۔ ایسا ہو جاتا ہے کہ بعض مردیتائیں جن اپنے عامل پر غالب آ جاتا ہے تو اسی طرح اس سے چھکا راحصل کیا جاتا ہے۔
اب تھب خاموش ہوا تو آپ نے فرمایا اپنی سب کہہ چکے؟
کہاں۔

فرمایا اب میری سنودہ متوجہ ہو گیا۔

آپ نے **بسم الله الرحمن الرحيم** پڑھ کر اس سورہ کی تلاوت شروع کی۔
تھب با ادب سنا تھا بیہاں تک کہ آپ نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا۔

پھر فرمایا ابوالوید میں کہہ چکا اب تھبے اختیار ہے۔

تھب بیہاں سے اٹھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف چلا۔ اس کے چہرے کو دیکھتے ہی ہر ایک کہنے لگا کہ تھب کا حال بدلتا ہے۔ اس سے پوچھا کہو کیا بات رہی؟ اس نے کہا میں نے تو ایسا کلام سنایا ہے جو اللہ اس سے پہلے بھی نہیں سنایا۔

بند ان تو وہ جادو ہے نہ شعر گوئی ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے سنو قریشیوں میری مان لو اور میری اس بات کو قبول کرلو کہ اس کے خیالات پر چھوڑ دینے موافق تھا افت بجود عویٰ اس کا ہے اس میں اور جو یہ کہتا ہے اس میں تمام عرب اس کا مقابلہ ہے وہ اپنی تمام طاقت اس کے مقابلے میں صرف کر رہا ہے۔ یا تو وہ اس پر غالب آ جائیں گے تو تم سنتے چھوٹے یا یہ ان پر غالب آئے گا تو اس کا ملک تھا را ملک کہا جائے گا اور اس کی عزت تھا ری عزت ہو گی اور سب سے زیادہ اس کے نزدیک مقبول تم ہی ہو گے۔
یہ سن کر قریشیوں نے کہا ابوالوید قسم اللہ کی محمد نے تھب پر جادو کر دیا ہے۔

اس نے جواب دیا سنو جو میری رائے تھی میں آزادی سے کہہ چکا اب تمہیں اپنے فعل کا اختیار ہے۔

فَلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مُثُلُكُمْ ...

تُوكِهِ دَعَے كَمِّيْسَ تَوْحِيدِيْ جَيْسَا إِنْسَانَ هُوْ

حکم الہی ہو رہا ہے کہ ان جھٹانے والے مشرکوں کے سامنے اعلان کرو جیجھے کر میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں۔

... يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ ...

مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے

... فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ...

سو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو

... وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ (۶)

ان مشرکوں کے لیے بڑی بھی خرابی ہے۔

مجھے بذریعہ وحی الہی کے حکم دیا گیا ہے کہ تم سب کا معبد ایک اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے تم جو متفرق اور کئی ایک معبد بنائے بیٹھے ہو یہ طریقہ سارے گمراہی والا ہے۔

تم ساری عبادتیں اسی ایک اللہ کے لیے بجالا ڈا اور نجیک اس طرح جس طرح تمہیں اس کے رسول سے معلوم ہوا اور اپنے اگلے گناہوں سے توبہ کرو اگلی معافی طلب کرو یعنی ما نو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے ہلاک ہونے والے ہیں۔

الذِّينَ لَا يُؤْثِنُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (۷)

جوز کوہ نبیں دیتے اور آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں۔

جوز کوہ نبیں دیتے یعنی بقول ابن عباسؓ لا اله الا الله کی شہادت نبیں دیتے۔

نکرم بھی یہی فرماتے ہیں۔

قرآن کریم میں ایک جگہ ہے:

فَذُلِّلَ مَنْ زَكَّهَا وَفَذُلِّلَ خَابَ مَنْ دَسَّهَا (10:91)

اس نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور وہ ہلاک ہوا جس نے اسے دبادیا۔

اور آخرت میں فرمایا:

فَذُلِّلَ مَنْ تَرَكَى

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى (14:87)

اس نے نجات حاصل کر لی جس نے پاکیزگی کی اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز ادا کی۔

اور جگہ ارشاد ہے:

هَلْ ظَلَكَ إِلَى أَنْ تَرَكَى (79:18)

کیا تجھے پاک ہونے کا خیال ہے؟

ان آیتوں میں زکوہ یعنی پاکی سے مطلب نفس کو وہی اخلاق سے دور کرنا ہے۔ اور سب سے بڑی اور پہلی قسم اسکے شرک سے پاک ہونا ہے۔ اسی طرح آخرت مدد رہہ بالا میں بھی زکوہ نہ دینے سے توجیہ کا نہ مانا مراد ہے۔

مال کی زکوہ کو زکوہ اس نے کہا جاتا ہے کہ یہ حرمت سے پاک کر دیتی ہے اور برکت اور کثرت مال کا باعث بنتی ہے۔ اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ کی توفیق ہوتی ہے۔

لیکن امام سدیقؑ نے معاویہ بن قرۃؓ نے قیادۃؓ نے اور اکثر مفسرین نے اس کے معنی یہ کہ یہی ہیں کہ مال زکوۃ ادا نہیں کرتے۔ اور باطلا ہر بھی معلوم ہوتا ہے۔ امام ابن حجر یہ بھی اسی کو مختار کرتے ہیں۔

لیکن یہ قول تامل طبی ہے۔ اس لئے کہ زکوۃ فرض ہوتی ہے۔ مدینے میں جا کر بھرت کے دوسرے سال اور یہ آیت اتری ہے۔ کے میں۔ زیادہ سے زیادہ اس تفہیم کو مان کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدقے اور زکوۃ کی اصل کا حکم توبوت کی ابتداء میں ہی تھا، جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَأَئُلُّو حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ (6:141)

جس دن کھیت کاٹوں کا حق دے دیا کرو۔

ہاں وہ زکوۃ جس کا نصاب اور جملکی مقدار میں جانب اللہ مقرر ہے وہ مدینے میں مقرر ہوئی۔

یہ قول ایسا ہے جس سے دونوں باتوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔

خود نماز کو دیکھنے کے طلوع ۲ فتاب اور غروب ۲ فتاب سے پہلے ابتداء نبوت میں ہی فرض ہو بھی تھی لیکن معراج والی رات بھرت سے ڈیڑھ سال پہلے پانچوں نمازوں میں باقائدہ شروط و اركان کے ساتھ مقرر ہو گئیں۔ اور رفتہ رفتہ اس کے تمام متعلقات پورے کر دیے گئے وہ اللہ اعلم۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْثُونَ (۸)

اور جو لوگ ایمان لائیں اور بھلے کام کریں ان کے لیے اہل اور ان تھک اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں اور نبی کی اطاعت گزاروں کے لیے وہ اجر و ثواب ہے جو بھلے والا اور بھی نہ تھم ہونے والا ہے۔ جیسے اور جلد ارشاد ہے:

مَأْكُثِينَ فِيهِ أَبَدًا (18:3)

وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

عَطَاءً غَيْرَ مَجْدُوذٍ (11:108)

انہیں جو انعام دیا جائے گا وہ نہ تو نہے والا ہے اور مسلسل ہے۔

سدیٰ کہتے ہیں کویا وہ انکا حق ہے جو انہیں دیا گیا ان بطور احسان کے۔

لیکن بعض آحمد نے اس کی تردید کی ہے کیونکہ اہل جنت پر بھی اللہ تعالیٰ کا احسان یقیناً ہے خود قرآن میں ہے:

بِلَّهِ يَمْنُ عَلَيْكُمْ أَنْ هَذَا كُمْ لِلْإِيمَانِ (49:17)

بکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ وہ تمہیں ایمان کی ہدایت کرتا ہے۔

زمین و آسمان کس ترتیب سے پیدا کئے گئے:

فَلَمْ يَنْكُمْ لِتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا...
تو کہدے کہ کیا تم اس اللہ کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن
میں زمین پیدا کر دی

... ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ (۱۹)

سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے۔

ہر چیز کا خالق ہر چیز کا مالک ہر چیز پر حاکم ہر چیز پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہے پس عبادتیں بھی صرف اسی کی کرنی چاہیں۔ اس نے زمین جیسی وسیع مخلوق کو اپنے کمال قدرت سے صرف دو دن میں پیدا کر دیا ہے۔ تمہیں نہ اس کے ساتھ کفر کرنا چاہیے نہ شرک۔ جس طرح سب کا پیدا کرنے والا وہی ایک ہے جو یہیک اسی طرح سب کا پالنے والا بھی وہی ایک ہے۔

یہ تفصیل یاد رہے کہ اور آج یوں میں زمین و آسمان کا چھوپن کا بیان ہوا ہے اور یہاں ان کی پیدائش کا وقت الگ بیان ہو رہا ہے پس معلوم ہوا کہ پہلے زمین بنائی گئی۔

عمرت کا قائدہ بھی ہے کہ پہلے بنیادیں اور یونچ کا حصہ تیار کیا جاتا ہے پھر اور پر کا حصہ اور جیبت بنائی جاتی ہے چنانچہ کام اللہ کی اور آج یہت میں ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لِكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ أَسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبَعَ سَمَوَاتٍ (۲۹:۲)

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں جو کچھ ہے پیدا کر کے پھر آسمانوں کی طرف توجہ فرمائی اور انہیں یہیک سات آسمان بنادیے۔

ہاں سورہ نازعات میں **والارض بعد ذلك دها** ہے پہلے آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے۔

فرمایا کہ زمین کو اس کے بعد بچایا۔ اس سے مراد زمین میں سے پانی چارہ انکالنا اور پہاڑوں کا گاڑنا ہے جیسے کہ اس کے بعد ہی بیان ہے۔ یعنی پہلے پیدا زمین کی گئی پھر آسمان۔ پھر زمین کو یہیک بخاک کیا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ قرآن کی بعض آیوں میں مجھے کچھ اختلاف سانظر آتا ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں ہے:

فَلَا أَنْسَبَ بَيْتَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَسْأَلُونَ (۲۳:۱۰۱)

قیامت کے دن آپس میں نسب نہ ہوں گے اور تا ایک دوسرے سے سوال کرے گا۔

دوسری آیت میں ہے:

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ (37:27)

آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھ پاچھ کریں گے۔

اور ایک آیت میں ہے:

وَلَا يَكُلُّونَ اللَّهَ حَدِيثًا (4:42)

اللَّهُ سَعَى كُلَّ بَاتٍ بِهِ وَلَا يَنْهَا كُلَّ مُشْرِكٍ مِّنْ كُلِّ شَيْءٍ -

اور آیت میں ہے مشرکین کہیں گے:

وَاللَّهُ رَبُّنَا مَا كُلَّا مُشْرِكٍ مِّنْ (6:23)

فَقِيمُ اللَّهِ تَعَالَى كَيْفَ هُمْ نَعْمَلُ بِهِ -

ایک آیت میں ہے: زمین کو آسمان کے بعد بچھایا۔

دوسری آیت قل النکم (30:27-79) میں پہلے زمین کی پیدائش پھر آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے۔

ایک تو ان آیتوں کا صحیح مطلب بتائیئے جس سے اختلاف اٹھ جائے۔ دوسرے یہ جو فرمایا ہے:

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (4:23) عَزِيزًا حَكِيمًا (4:56) سَمِيعًا بَصِيرًا (4:58)

تو کیا یہ مطلب ہے کہ اللہ ایسا تھا؟

اسکے جواب میں آپ نے فرمایا:

فَلَا أَنْسَبَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (23:101)

قیامت کے دن آپس میں نسب نہ ہوں گے اور انہیک دوسرے سے سوال کرے گا۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ (37:27)

آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھ پاچھ کریں گے۔

کہ جن دو آیتوں میں سے ایک میں آپس کا سوال جواب ہے اور ایک میں اس کا انکار ہے یہ وقت ہیں۔

صور میں دونوں پہلوں کے جامیں گے ایک کے بعد آپس کی پوچھ چکھنا ہوگی ایک کے بعد آپس میں ایک دوسرے سے سوالات ہوں گے۔

وَلَا يَكُلُّونَ اللَّهَ حَدِيثًا (4:42)

اللَّهُ سَعَى كُلَّ بَاتٍ بِهِ وَلَا يَنْهَا كُلَّ مُشْرِكٍ مِّنْ كُلِّ شَيْءٍ -

وَاللَّهُ رَبُّنَا مَا كُلَّا مُشْرِكٍ مِّنْ (6:23)

فَقِيمُ اللَّهِ تَعَالَى كَيْفَ هُمْ نَعْمَلُ بِهِ -

جن دو دوسری آیتوں میں ایک میں بات کے نہ چھپانے کا اور دوسری میں چھپانے کا ذکر ہے یہ بھی دو موقعے ہیں۔

جب شرکیعن دیکھیں گے کہ مودودی کے گناہ بخش دیے گئے تو کہنے لگیں گے کہ ہم شرک نہ تھے لیکن جب مدد پر مدد لگ جائے گی اور اعضا، بدن گواہی دینے لگیں گے تو اب کچھ بھی نہ چھپے گا اور خود اپنی کرتوت کے اقراری ہو جائیں گے اور کہنے لگیں گے کہ کاش ہمز میں کے برابر کردیے جاتے۔

تو ۲ سال و ز میں کی پیدائش کی ترتیب کے بیان میں بھی دراصل کچھ اختلاف نہیں۔ پہلے دو دن میں ز میں بھائی گئی پھر ۲ سال و دن میں بنا یا گیا پھر ز میں کی چیزیں پانی، چارہ، پہاڑ، کنکریت، جمادات، نیلیں وغیرہ دو دن میں پیدا کیے۔ میں معنی لفظ دحبا کے ہیں۔ پس ز میں کی پوری پیدائش چار دن میں ہوتی اور دو دن میں آ ساں۔

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (4:23) عَزِيزًا حَكِيمًا (4:56) سَمِيعًا بَصِيرًا (4:58)

اور جو نام اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرر کیے ہیں انکا بیان فرمایا ہے وہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ اللہ کا کوئی ارادہ پورا ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ پس قرآن میں ہرگز اختلاف نہیں اس کا ایک لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

زمین کو اللہ تعالیٰ نے دو دن میں پیدا کیا ہے یعنی اتوار اور بیہر کے دن۔

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَّ مِنْ فُوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا ...

اس نے زمین کے اوپر زمین میں سے ہی پہاڑ پیدا کر دیے اور اس میں برکت رکھ دی
... وَقَدَرَ فِيهَا أَقْوَاتُهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ ...

اور اس میں رہنے والوں کی غذاوں کی تجویز بھی اسی میں کر دی صرف چار دن میں ہی اور زمین میں ز میں کے اوپر ہی پہاڑ بنادیے اور ز میں کو اس نے برکت بنا یا تم اس میں بیچ ہوتے ہو درخت اور پھل وغیرہ اس میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اہل زمین کو جن چیزوں کی احتیاج ہے وہ اسی میں سے پیدا ہوتی رہتی ہیں کھجوروں اور باغات کی جگہیں اس میں اس نے بنادی ہیں۔ زمین کی یہ درستی مغل بده کے دن ہوتی۔ چار دن میں ز میں کی پیدائش فتحم ہوتی۔

(۱۰) ... سَوَاءٌ لِّلْسَائِلِينَ

سوال کرنے والوں کا جواب پورا ہوا۔

جو لوگ اس کی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں پورا جواب مل گیا۔ زمین کے ہر حصے میں اس نے وہ چیز مہیا کر دی جو وہاں والوں کے لائق تھی یہی مطلب آیت کے آخری جملے کا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کی جو حاجت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مہیا کر دی۔ اس معنی کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

وَأَنَّا لَمْ مَنْ كُلَّ مَا سَأَلْتُمُوهُ (14:34)

تم نے جو جو مالگا اللہ نے تمہیں دیا۔

ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ ...

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دنیا ساتھا

...فَقَالَ لَهَا وَلِلأَرْضِ إِنْتِيَا طُوعًا أَوْ كَرْهًا...
...قالَتَا أَتَيْنَا طَائِعَيْنَ (۱۱)

پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی

دونوں نے عرض کیا کہ ہم بخوبی حاضر ہیں۔

پھر جناب ہاری نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی وہ دھویں کی ٹکل میں تھا زمین کے پیدا کیے جانے کے وقت پانی کے جو بخارات اٹھے تھے اب دونوں سے فرمایا کہ یا تو میرے حکم کو مانو اور جو میں کہتا ہوں ہو جاؤ خوبی سے یا ناخوبی سے۔ دونوں فرمایہ داری کے لیے راضی خوبی تیار ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ ہم اس تمام حقوق کے جسے قرچانے والا ہے تابع فرمان ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ انہیں قائم مقام کام کرنے والوں کے کیا گیا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین کے اس حصے نے کام کیا جہاں کعبہ بنایا گیا ہے۔ اور آسمان کے اس حصے نے کام کیا جو نحیک اس کے اوپر ہے واللہ اعلم۔

ابن جریر کی روایت میں ہے یہودیوں نے حضورؐ سے آسمان وزمین کی پیدائش کی بابت سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: اتوار اور پھیر کے دن اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور جتنے لفٹے اس میں ہیں اور بدھ کے دن درختوں کو پانی کو شہروں کو آبادی اور ویرانے کو پیدا کیا تو یہ چار دن ہوئے۔

اسے بیان فرمائ کر پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جھرات والے دن آسمان کو پیدا کیا اور جمع کے دن ستاروں اور سورج چاند کو اور فرشتوں کو پیدا کیا تین ساعت کے باقی رہنے تک۔

پھر دوسری ساعت میں ہر چیز میں آفت ذاتی جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اوپنی میں آدمؑ کو پیدا کیا انہیں جنت میں بسایا ہمیں کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا اور آخری ساعت میں وہاں سے نکال دیا۔ یہودیوں نے کہا اچھا حضور پھر اس کے بعد کیا ہوا؟

فرمایا پھر عرش پر مستوی ہو گیا۔

انہوں نے کہا سب نحیک کہا لیکن آخری بات نہ کہی کہ پھر آرام حاصل کیا۔

اس سے حضور اکرم مخت ناراض ہوئے اور یہ آیت اتری:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنُهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ (38:50-39)

ہم نے آسمان و زمین اور جو انکے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور تمیں کو تھکان نہیں ہوتی تو ان کی ہاتوں پر صبر کر۔

یہ حدیث غریب ہے۔

فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنَ وَأُوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا...

پس دو دن میں سات آسمان بناؤ یے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب وحی بھیج دی

... وَزَيَّنَ السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ...

اور ہم نے ۲ آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت دی اور تگہبانی کی

... ذُلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (۱۲)

یہ تقدیر اللہ تعالیٰ بودا تھا کہ ہے۔

حق سے روگردانی کا نتیجہ اچھا ہوا ہو گا:

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذِرْنِكُمْ صَاعِقَةً مُّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (۱۳)

اب بھی یہ روگردان ہوں تو کہہ دے کہ میں تمہیں اس عذاب ۲ سالی سے ڈرا دیتا ہوں جو مصل

عادیوں اور ثمودیوں کے عذاب کے ہو گا۔

حکم ہوتا ہے کہ جو آپ کو جھٹکا رہے ہیں اللہ کے ساتھ کفر کر رہے ہیں آپ ان سے فرمادیجھے کہ میری تعلیم سے روگردانی تمہیں کسی مفید نتیجے پر نہیں پہنچائے گی۔ یاد رکھو کہ جس طرح انبیاء کی مختلف ائمہ تم سے پہلے زیر وزیر کردی گئیں کہیں تمہاری شامت اعمال بھی تمہیں انہی میں سے نہ کرو۔

إِذْ جَاءُهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهُ ...

ان کے پاس جب انکے گے بیجھے سے پیغمبرؐ نے کہ تم اللہ کے سو اکسی کی عبادت نہ کرو

عادیوں اور ثمودیوں کے اور ان بیچے اور وہیں کے حالات تمہارے سامنے ہیں ان کے پاس پے در پے رسولؐ نے اس کاؤں میں اس گاؤں میں اس بھتی میں اس بھتی میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی منادی کرتے پھرے لیکن انکی ۲۵ گھوں میں وہ چربی چڑھی ہوئی تھی اور دماغ میں وہ کوڈرخسا ہوا تھا کہ کسی ایک کی مان کر رہا۔

قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً ...

تو انہیوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتوں کو بھیجا

... فَإِنَّا بِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ كَافِرُونَ (١٤)

ہم تو تمہاری رسالت کے بالکل منکر ہیں۔

اپنے سامنے اللہ والوں کی بھتری اور دشمنان رسول کی اہتری دیکھتے تھے لیکن پھر بھی تکذیب سے باز نہ آئے۔ جدت ہازی اور کرکٹ جھنپت سے نہ بیٹے اور کہنے لگے اگر اللہ کو رسول بھیجا ہوتا تو کسی فرشتے کو بھیجا تම انسان ہو کر رسول کیسے بن بیٹھے؟ ہم تو اسے ہرگز باور نہ کریں گے؟

فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُ مِنَّا قُوَّةً ...

اب عادیوں نے توبے وجہ زمین میں سرگشی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ ہم سے زور آور کوں ہے؟

... أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ...

کیا انہیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت ہی زیادہ زور آور ہے

... وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ (١٥)

وہ آخر تک ہماری آئیوں کا انکار ہی کرتے رہے۔

ان عادیوں نے زمین میں فساد پھیلایا اگلی سرگشی ان کا غور حمد کو بھیج گیا۔

ان کی لا ابالیاں اور بے پرواںیاں بیہاں تک پہنچ گئیں کہ پکارا تھے تم سے زیادہ زور آور کوئی نہیں۔ ہم طاقتور مخلبوط اور خوش ہیں۔ عذابِ الہی ہمارا کیا بھاڑ لیں گے؟ اس قدر پھولے کر اللہ کو بھی بھولے۔ یہ بھی خیال نہ رہا کہ ہمارا پیدا کرنے والا تو اتنا قوی ہے کہ اسکی زور آوری کا اندازہ بھی ہم نہیں کر سکتے جیسے فرمان ہے:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لِمُوسِعُونَ (51:47)

آسمان کو ہم نے اپنی قدرت و قوت سے بنایا ہے اور یقیناً ہم کشاورگی کرنے والے ہیں۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ تُحَسَّاتٍ ...

بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی مصیبت ناک دنوں میں بیچ دی کہ انہیں جیتنے جی ڈلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں

پس اسکے بعد ہمارا پروردگار اللہ کے رسولوں کے جھٹائے پر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اور رب کی آئیوں کے انکار پر ان عذابِ الہی آپرے تیز و تند سردوہشت ناک سرسراتی ہوئی بخت آندھی آئی۔ تاکہ ان کا غور و ذہن سے جائے اور ہوا سے وہ تباہ کر دیجے جائیں۔

صَرْصَرًا کہنے میں ہوا کا آواز والی ہونا پایا جاتا ہے۔

مشرق کی طرف ایک نہر ہے جو بہت زور سے آواز کے ساتھ بھتی رہتی ہے اس لئے اسے بھی عرب صرصر کہتے ہیں۔

حساس سے مراوپ درپے ہے۔ ایک دم مسلسل سات راتیں اور ٹھوڈن تک بھی ہوا کیس رہیں۔ وہ مصیبت جوان پر مصیبت والے دن ۲۱ی وہ پھر ۲۱ ٹھوڈن تک نہ تھی نہیں جب تک ان میں سے ایک ایک کوفنا کے گھاٹ نہ اتار دیا اور ان کا باعث نہ کھو دیا۔

...لَذِيقُهُمْ عَذَابُ الْخَزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا...

لیقین مانو کہ آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ رسولی والا ہے

...وَلَعْدَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَى وَهُمْ لَا يُنَصَّرُونَ (۱۶)

انہیں کوئی امداد نہ دی جائے گی۔

ساتھ ہی آخرت کے عذابوں کا اللہ بنے جن سے زیادہ ذلت و توہین کی کوئی سزا نہیں نہ دنیا میں کوئی امداد کو پہنچانا۔ آخرت میں کوئی مدد کے لیے انجھے۔ بے یار و مددگار رہ گئے۔

وَأَمَّا ثُمُودُ فَهَدَيْنَا هُمْ ...

ربہ شمودی سوہم نے اکنی بھی رہبری کی

شمودیوں کی بھی ہم نے رہنمائی کی۔ ہدایت کی ان پر وضاحت کروی۔ انہیں بھلائی کی دعوت دی۔

... فَاسْتَحْجُوا الْعَمَى عَلَى الْهُدَى...

پھر بھی انہوں نے ہدایت پر اندرھا پے کو ترجیح دی

... فَأَخَذْتُهُمْ صَاعِقَةً الْعَذَابِ الْهُوْنَ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (۱۷)

جس بنا پر انہیں سراپا ذلت کے عذاب آخرتی نے ان کے کرتوقوں کے باعث پکڑ لیا۔

نبی اللہ حضرت صالحؐ نے ان پر حق ظاہر کر دیا، لیکن انہوں نے خلافت اور سکندر یہب کی اور نبی اللہ کی صحابی پر جس اونٹی کو اللہ نے علمت ہنایا تھا اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ پس ان پر بھی عذاب الہی ہر س پڑا۔ ایک زبردست کیلیج چاڑ دینے والی چنگیماز اور دل پاش پاٹ کر دینے والے زلزلے نے ذلت و توہین کے ساتھ ان کے کرتوقوں کا بدالہ لیا۔

وَجَيَّبَنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَنْفَعُونَ (۱۸)

ہاں ایماندار پارساوں کو ہم نے بال بال بچالیا۔

ان میں جتنے والوں کی تھیں جنہیں ذات اللہ پر ایمان تھا نہیں کی تقدیر کرتے تھے والوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے تھے انہیں ہم نے بچالیا انہیں ذرا سا بھی ضرر نہ پہنچایا اور اپنے نبی کے ساتھ ذلت و توہین سے اور عذاب الہی سے نجات پا لی۔

قیامت کے دن اعضائے جسم کی گواہی:

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ (۱۹)

جس دن دشمنان الٰئی وزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گا۔

یعنی ان شرکوں سے کہو کہ قیامت کے دن ان کا حشر جہنم کی طرف ہو گا اور دار و نز جہنم ان سب کو بن کریں گے جیسے فرمان ہے:

وَتَسْوُقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وَرُدًا (۱۹:۸۶)

جنہاًگروں کوخت پیاس کی حالت میں ہم جہنم کی طرف باکل کر لے جائیں گے۔

حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوْهَا شَهَدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجَلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۲۰)

یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے ان پر ان کے کان اور انکی ۲۷ نکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔

انہیں جہنم کے کنارے کھڑا کر دیا جائے گا اور ان کے اعضاء بدن اور کان اور انکھیں اور پوست انکے اعمال کی گواہیاں دیں گے۔ تمام انکے پچھلے عیوب بخل جائیں گے ہر عضو بدن پکارا ٹھیک کر مجھ سے اس نے یہ گناہ کیا۔

وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهَدُتُمْ عَلَيْنَا ...

یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟

اس وقت یا اپنے اعضاء کی طرف متوجہ ہو کر انہیں ملامت کریں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟

... قَالُوا أَنْطَقْنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ ...

وہ جواب دیں گی کہ تمیں اس اللہ نے قوت کویاں عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے

... وَهُوَ خَلَقُكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (۲۱)

اسی نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب اونتائے جاؤ گے۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ ...

تم اپنی بد اعمالیاں کچھ پوشیدہ رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری ۲۷ نکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گے

... وَلَكِنْ ظنَّنَّمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مَّمَّا تَعْمَلُونَ (۲۲)

ہاں تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے بہت سے اعمال سے اللہ سے خبر ہے۔

وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا اوری کے ماتحت اس نے ہمیں بولنے کی طاقت دی اور ہم نے صحیح کہہ سایا۔ وہی تو تمہارا اہتمام پیدا کرنے والا ہے اسی نے ہر چیز کو زبان عطا فرمائی ہے۔ خالق کی مخالفت اور اس کے حکم کی خلاف درزی کون کر سکتا ہے؟ ہزار میں ہے کہ حضور ایک مرتبہ مسکرائے یا نہ دیے پھر فرمایا تم میری بھی کی وجہ دریافت نہیں کرتے؟

اصحاب نے کہا فرمائیج کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

قیامت کے دن بندہ اپنے رب سے جھگڑے گا کہ اے اللہ کیا تیر ا وعدہ نہیں کہ تو علیم نہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اقرار کرے گا تو بندہ کہے گا کہ میں تو اپنی بد اعمالیوں پر کسی کی شہادت قبول نہیں کرتا۔

اللہ فرمائے گا کیا میری اور میرے بزرگ فرشتوں کی شہادت ناکافی ہے؟ لیکن پھر بھی وہ بار بار اپنی ہی کہتا چلا جائے گا۔ پس اتمام جنت کے لیے اسکی زبان بند کروی جائے گی اور اس کے اعضا کے بدن سے کہا جائے گا کہ اس نے جو جو کیا تھا اس کی گواہی تم دو۔ جب وہ صاف صاف اور صحیح گواہی دے دیں گے تو یہ انہیں ملامت کرے گا اور کہے گا کہ میں تو تمہارے ہی بچاؤ کے لیے لا جھگڑہ باتھا۔ مسلم نہیں

ابو عیلی میں ہے حضور فرماتے ہیں:

قیامت کے دن کافر کے سامنے اس کی بد اعمالیاں لائی جائیں گی تو وہ انکار کرے گا اور جھگڑے نہ گے گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ تیرے پر وہی جو شاہد ہیں یہ کہے گا سب جھوٹے ہیں۔

فرماۓ گا یہ ہیں تیرے کنبے قبیلے والے جو کواہ ہیں یہ کہے گا یہ بھی سب جھوٹے ہیں۔

اللہ ان سے قسم دلوائے گا وہ قسم کھائیں گے لیکن یہ انکار ہی کرے گا۔

اللہ سب کو چپ کر دے گا اور خود ان کی زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔ پھر انہیں جہنم واصل کر دیا جائے گا اہنے ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ابن حبیس فرماتے ہیں:

قیامت کے دن ایک وقت تو وہ ہو گا کہ نہ کسی کو بولنے کی اجازت ہوگی نہ عذر و معدالت کرنے کی۔ پھر جب اجازت دی جائے گی تو بولنے لگیں گے اور جھگڑے کریں گے اور انکار کریں گے اور جھوٹی مسمیں کھائیں گے، پھر گواہوں کو لایا جائے گا ۲۴ خرز باتیں بند ہو جائیں گی اور خود اعضا بدن ہاتھ پاؤں وغیرہ گواہی دے گے۔ پھر زبانیں کھول دی جائیں گی تو اپنے اعضا بدن کو ملامت کریں گے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قوت گویا ہی دی اور ہم نے صحیح صحیح کہا پس زبانی اقرار بھی ہو جائے گا۔

ابن ابی حاتم میں حضرت رفیع ابو الحسن سے مروی ہے کہ اپنے کرتوت کے انکار پر زبان اتنی موٹی ہو جائے گی کہ بولا نہ جائے گا۔ پھر جسم کے اعضا کو حکم ہو گا تم بولا تو ہر ایک اپنا اپنا بتا دے گا۔ کان آنکھ کھال شرم گاہ ہاتھ پاؤں وغیرہ۔

اور بھی اسی طرح کی بہت سی روایتیں سورہ یسین کی آیت **الیوم نعم** (36:65) کی تفسیر میں گز رچکی ہیں۔

وَذَلِكُمْ ظُلُّكُمُ الَّذِي ظَنَّتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَأْكُمْ ...

تمہاری اسی بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر کھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا

... فَاصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۲۳)

اور بالآخر تم زیال کاروں میں ہو گئے۔

جناب باری عز اسم کا ارشاد ہے کہ میرے ساتھ ہمرا بندہ جو مگان کرتا ہے میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ حضرت حسن بصریؑ اتنا فرمایا کہ پچھا تامل کر کے فرمائے گے: جس کا جیسا گمان اللہ کے ساتھ ہوتا ہے ویسا ہی اس کا عمل بھی ہوتا ہے۔ مومن چونکہ اللہ کے ساتھ یہیک طین ہوتا ہے وہ اعمال بھی انجھے کرتا ہے۔ اور کافر منافق چونکہ اللہ کے ساتھ بد طین ہوتے ہیں وہ اعمال بھی بد کرتے ہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

فَإِن يَصِرُوا فَاللَّهُرْ مَثُوَى لَهُمْ ...

اب اگر یہ صبر کریں تو بھی انکا نہ کانا جہنم ہے

... وَإِن يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُم مِنَ الْمُعْتَبِينَ (۲۴)

اور اگر یہ عذر معاافی کے خواستگار ہوں تو بھی معدود رعاف نہیں رکھے جائیں گے۔

جہنم کی آگ میں صبر سے پڑے رہنا اور بے صبری کرنا ان کے لئے یکساں ہے۔ نہ ان کی عذر و معدود رعاف مقبول نہ ان کے گناہ معاف۔ یہ دنیا کی طرف اگر لوٹنا چاہیں تو وہ راہ بھی بند۔ جیسے اور جگہ ہے:

فَالْأَوْرَدَنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شَفَوْنَنَا وَكُلَّا فَوْنَما ضَالَّنَ

رَبَّنَا أَخْرَجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عَدْنَا فَإِنَا ظَلَمُونَ

قَالَ أَخْسَرُوا فِيهَا وَلَا ثَكَلُونَ (106:23-108)

جہنمی کہیں گے اے اللہ ہم سے ہماری بدختی چھاگئی یقیناً ہم برداہ تھے۔

اے اللہ اب تو یہاں سے نجات دے۔ اگر اب ایسا کریں تو پھر ہمیں ہمارے ظلم کی سزا دینا۔

لیکن جناب باری کی طرف سے جواب آئے گا کہ اب یہ منصوبے بے سود ہیں دھنکارے ہوئے یہیں پڑھے رہو خبردار! جو مجھ سے بات کی ہو گی۔

وَقَيَضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّبُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفُهُمْ ...

ہم نے ان کے کچھ ہم نشیں مقرر کر کے تھے جنہوں نے انکے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت ہمارے تھے

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ مشرکین کو اس نے گمراہ کر دیا ہے اور یہ ایکی مشیت اور قدرت سے ہے۔

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أَمْمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ...

اور ان کے حق میں بھی قولِ اللہ ان امتوں کے ساتھ پورا ہوا جو ان سے پہلے جنوں انسانوں کی گزر پچکی ہیں

وہ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔ اس نے کچھ جن و انس ایسے ان کے ساتھ کر دیے تھے جنہوں نے ان کے بد اعمال انہیں اچھی صورت میں دکھائے۔ انہوں نے کچھ لیا کہ دور راضی کے لحاظ سے اور آئندہ آنے والے زمانے کے لحاظ سے بھی ان کے اعمال اچھے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے:

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَفِيَضُ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ فَرِينٌ

وَإِنَّهُمْ لِيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ (36:43-43)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کرے تم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔
وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ راہی فوت ہیں۔

...إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ (٢٥)

یقیناً وہ زیاد کارثابت ہوئے۔

ان پر کلمہ عذاب صادق آگیا ہے جیسے ان لوگوں پر جو ان سے پہلے ان جیسے تھے نقصان اور گھاٹے میں یہ اور وہ یکساں ہو گئے۔

قرآن کو خاموشی سے سننا چاہئے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنَ ...

کافروں نے کہا اس قرآن کو سنوہی مت

... وَالْقُوْنَ فِيهِ لَعْنَةٌ ثَغْلِبُونَ (٢٦)

اس کے پڑھنے جانے کے وقت یہودہ گوئی کرو کیا عجب کہ تم غالب آ جاؤ۔

کفار نے اپس میں مشورہ کر کے اس پراتفاق کر لیا ہے کہ وہ کلام اللہ کو مانیں گے نہیں، اس کے احکام کی جیروی نہ کریں گے۔ بلکہ ایک دوسرے سے کہہ رکھا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو شور و غل کرو اور اسے نہ سنو تا لیاں بجاو، سیٹھاں بجاو، آوازیں نکالو۔ چنانچہ قریشی بھی کرتے تھے عیوب جوئی کرتے تھے انکا کرتے تھے۔ دشمنی کرتے اور اسے اپنے غلبہ کا باعث جانتے تھے۔ بھی حال ہر جاہل کافر کا ہے کہ اسے قرآن کا سنتا اچھا نہیں لگتا۔ اسی لیے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم فرمایا ہے کہ:

وَإِذَا فُرِيَءَ الْفُرْءَانُ فَاسْتَمْعُوا لَهُ وَأَنْصِثُوا لِعْلَكُمْ تُرْحَمُونَ (7:204)

جب قرآن پڑھا جائے تو تم سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر حکم کیا جائے۔

فَلَذِيقَنَ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا...

پس یقیناً ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے

... وَلَنْجُزِيَّهُمْ أَسْوَا الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ (۲۷)

اور انہیں ان کے بدترین اعمال کا بدله ضرور ضرور دیں گے۔

ان کافروں کو دھمکایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم سے خلافت کرنے کی بنا پر انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ اور ان کی بعملی کا مزہ انہیں ضرور چکھایا جائے گا۔

ذَلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدُ ...

وَشَمَانَ اللَّهِي كَسِرَابِيَّ دُوْرَخَ كِي ۲۶ گ ہے جس میں ان کا ہمیشگی کا گھر ہے

ان دشمنان اللہی کا بدله دوزخ کی ۲۶ گ ہے جس میں ان کے لیے ہمیشگی کا گھر ہے۔

جَزَاءُ بِمَا كَانُوا بَآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ (۲۸)

یہ بدله ہے ہماری آیتوں سے انکا کرنے کا۔

یہ اس کا بدله ہے جو وہ آیات اللہی کا انکار کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرْنَا الَّذِينَ أَضَلَّنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ...

کافروں کہیں گے اے اللہ ہمیں جنوں انسانوں کے ان دونوں فریقیں کو دکھا جنہوں نے ہمیں گراہ کیا

حضرت علیؑ سے مردی ہے کہ جن سے مراد ابلیس اور انس سے مراد حضرت آدمؑ کا وہ لوگا ہے جس نے اپنے بھائی کو مارڈا الاتھا۔

اور روایت میں ہے کہ ابلیس توہر مشرک کو پارے گا، اور حضرت آدمؑ کا یہ لوگا ہر کبیرہ گناہ کرنے والے کو پارے گا۔ پس

ابلیس شرک کی طرف اور تمام گناہوں کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے والا ہے اور اول رسول حضرت آدمؑ کا یہ لوگا جو اپنے

بھائی کا قاتل ہے کے بارے میں حدیث میں ہے:

مَا قُتِلَتْ نَفْسٌ ظَلَمًا إِلَّا كَانَ عَلَىٰ أَبْنَى آدَمَ الْأَوَّلَ كَفْلٌ مِنْ دَمَهَا، لِلَّهِ أَوَّلُ مَنْ سَنَ الْقَتْلَ
روئے زمین پر جو قتل نا حق ہوتا ہے ان کا گناہ حضرت آدمؑ کے اس پہلے فرزند پر بھی ہوتا ہے کیونکہ قتل بے جا کا شروع
کرنے والا یہ ہے۔

... نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ أَفْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ (۲۹)

تاکہ ہم انہیں اپنے قدموں تکے ڈال کر انہیں نہایت اور سب سے بیچے کر دیں۔

پس کفار قیامت کے دن جن و انس جو انہیں گراہ کرنے والے تھے انہیں بیچے کے طبقے میں واپس کرنا پا جائیں گے۔ تاکہ
انہیں سخت عذاب ہو وہ درک اسفل میں چلے جائیں اور ان سے زیادہ سزا بھگتیں۔

سورہ اعراف میں بھی یہ بیان گزر چکا ہے کہ یہ ماننے والے جن کی ماننے تھے ان کے لیے قیامت کے دن دوسرے عذاب
کی درخواست کریں گے۔ جس پر کہا جائے گا:

قَالَ لِكُلَّ ضَعِيفٍ وَلِكُنَّ لَا تَعْلَمُونَ (7:38)

ہر ایک دو گنے عذاب میں ہی ہے لیکن تم بے شعور ہو۔

یعنی ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا ہو رہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زَدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ العَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ (16:88)

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا انہیں ہم ان کے فساد کی وجہ سے عذاب پر عذاب کریں گے۔

استقامت کا معنی و مفہوم:

إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا رَبَّنَا اللَّهَ ثُمَّ اسْتَقَامُوا...

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا یعنی اس کی توحید کا اقرار کیا پھر اس پر جھے رہے یعنی فرمان الہی کے ماتحت اپنی
زندگی کی گزاری۔ چنانچہ ناسی میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمایا کہ

بہت لوگوں نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کر کے پھر کفر کر لیا جو مررتے وہ تک اسے کہتا ہے وہ ہے جس نے اس پر استقامت کی۔

حضرت ابو بکرؓ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوئی تھی تو آپ فرماتے:

اس سے مراد کہ پڑھ کر پھر بھی بھی شرک نہ کرنے والے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ خلیفہ اُسلمین نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا استقامت سے مراد گناہ نہ کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے اسے غلط سمجھا۔
اس سے مراد اللہ کی ربو بیت کا اقرار کر کے پھر دوسرے کی طرف کبھی بھی اتفاق نہ کرنا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ قرآن میں حکم اور جزا کے لحاظ سے سب سے زیادہ آسان آیت کون سی ہے؟
آپ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ توحید اللہ پر تا عمر قائم رہنا۔
حضرت فاروق عظیم نے مبڑپر اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا:
واللہ یہہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر جم جاتے ہیں اور لومزی کی چال نہیں چلتے کہ کبھی اور کبھی اور۔
ابن عباسؓ فرماتے ہیں فرائض الہی کی ادائیگی کرتے ہیں۔

حضرت قیادہؒ یہ دعائیں کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْإِسْتِقْدَامَ

إِنَّ اللَّهَ تَوَهَّمَ أَرْبَابُهُمْ إِنْمِينَ إِنْتَ قَدْرَتْنَا عَلَيْهِ فَرِمَّا

استقامت سے مراد دین اور عمل کا خلوص ہے۔

حضرت ابوالعلیٰؑ نے کہا ہے ایک شخص نے رسول اللہؐ سے سوال کیا کہ مجھے اسلام کا کوئی ایسا امر بتائیے کہ پھر کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

فَلْ: رَبِّيَ اللَّهُ، ثُمَّ اسْتَقْدَمْ
زبان سے اقرار کر کے میں اللہ پر ایمان لا یا پھر اس پر جم جا۔

اس نے پھر پوچھا اچھا یہ تو عمل ہوا اب بچوں کس چیز سے؟ تو آپؐ نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ مسلم امام ترمذی اسے حسن صحیح بتاتے ہیں۔

فرشتہ مومن کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں:

...تَنْزَلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزُنُوا...

ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے ہیں کہ تم کچھ بھی اندر یہاں اور غم نہ کرو

... وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْתُمْ تُوعَدُونَ (۳۰)

بلکہ اس جنت کی بشارت سن اوجس کا تم و عده دیے گئے ہو۔

ان کے پاس اگلی موت کے وقت فر شتے آتے ہیں اور انہیں بشارتیں سناتے ہیں کہ تم اب آخرت کی منزل کی طرف جا رہے ہو ہے خوف رہو تم پر وہاں کوئی کھلکھلیں۔ تم اپنے پیچھے جو دنیا چھوڑ جا رہے ہو اس پر بھی کوئی غم و رنج نہ کرو۔ تمہارے اہل و عیال کی مال و متاع کی دین و دیانت کی حفاظت ہمارے ذمے ہے۔ تم تمہارے خلیفہ ہیں۔ تمہیں ہم خوشخبری سناتے ہیں کہ تم جتنی ہو تمہیں سچا اور صحیح وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ پورا ہو کر رہے گا۔

پس وہ اپنے انتقال کے وقت خوش ہو جاتے ہیں کہ تمام برائیوں سے بچے اور تام بھلا بیاں حاصل ہوتی۔

حدیث میں ہے رسول اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ لِرُوحِ الْمُؤْمِنِ: اخْرُجِي أَيْلَهَا الرُّوحُ الطَّيِّبَةُ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ كُلُّتِ تَعْمَرِينَ،
اخْرُجِي إِلَى رَوْحٍ وَرِيحَانٍ وَرَبَّ غَصْبَانٍ

مومیں کی روح سے فرشتے کہتے ہیں اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی چل اللہ تعالیٰ کی بخشش انعام اور اس کی نعمت کی طرف چل اس اللہ کے پاس جو تجوہ پر ناراض نہیں۔

یہ بھی مردی سے کہ جب مسلمان اپنی قبروں سے اچھیں گے اسی وقت فرشتے ان کے باس آئیں گے اور انہیں شارتیں سنائیں گے۔

حضرت ثابتؑ جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے اس آیت تک پہنچ تو خبر گئے اور فرمایا:

ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ مومن بندہ جب قبر سے اٹھے گا تو وہ دو فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ تھے اس کے پاس آئیں گے اور اس سے کہیں گے ذریں، مگر انہیں غمکیں نہ ہو تو جنتی سے خوش ہو جا تھے اسے اللہ کے جو وعدے تھے یورے ہوں گے۔

غرض خوف امن سے بدلت جائے کا ۲۰ تکمیلی ہوں گی دل مطمئن ہو جائے گا۔ قیامت کا تمام خوف دہشت اور وحشت دور ہو جائے گی۔ اعمال صالح کا بدلت پتی آنکھوں سے دیکھئے کا اور خوش ہو گا۔ الحال موت کے وقت قبر میں اور قبر سے انتہے ہوئے ہر وقت ملائکہ رحمت اس کے ساتھ رہیں گے اور ہر وقت بشارتیں سناتے رہیں گے۔

نَحْنُ أُولَيَاوْكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ...

تھماری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے
... وَلَكُمْ فِيهَا مَا شَتَّهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ (۳۱)

جس چیز کو تمہارا جی جائے اور جو کچھ تم مانگوں ب جنت میں موجود ہے۔

ان سے فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ زندگانی دنیا میں بھی ہم تمہارے رفیق والی تھی، تمہیں بیکی کی را و بجا تے تھے خیر کی رہنمائی کرتے تھے۔ تمہاری خلافت کرتے تھے۔ لیکن اسی طرح ۲ خوات میں بھی ہم تمہارے ساتھ رہیں گے تمہاری وحشت و دوہشت دور کرتے رہیں گے۔ قبر میں حشر میں میدان قیامت میں پل صراط پر غرض ہر جگہ ہم تمہارے رفیق اور دوست اور ساختی ہیں۔ نعمتوں والی جنتوں میں پہنچنا وہ نئے نیک قم سے الگ نہ ہوں گے وہاں جو تم جا ہو گے تمہیں بلے کا جو خواہش ہو گی پوری ہو گی۔

غفور و رحيم اللہ کی طرف سے یہ سب کچھ ابطو رہنمائی کے ہے۔

یہ رہنمائی یہ عطا یہ انعام یہ ضیافت اس اللہ کی طرف سے ہے جو بخش والا اور مہربانی کرنے والا ہے اس کا لطف و رحم اس کی بخشش اور کرم بہت وسیع ہے۔

جنت کے بازار اور دیدار الہی:

حضرت سعید بن میتبُ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں ملائے۔ اس پر حضرت سعیدؓ نے پوچھا کہ جنت میں بھی بازار ہوں گے؟ فرمایا مجھے رسول اللہؐ نے خبر دی ہے: جتنی جب جنت میں جائیں گے اور اپنے اپنے مراثب کے مطابق درجے پائیں گے تو دنیا کے اندازے سے جدو والے دن انہیں ایک گدج جمع ہونے کی اجازت ملے گی۔ جب سب جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اس کا عرش ظاہر ہو گا۔ وہ سب جنت کے پانچھے میں نور کے اور لوامو اور یاقوت کے اور زبرجد اور سونے چاندی کے منبروں پر نیچیں گے۔

بعض اور جو بیکیوں کے اعتبار سے کم درجے کے ہیں لیکن جنتی ہونے کے اعتبار سے کوئی کسی سے کم تر نہیں وہ مشکل کے اور کافر کے لیلوں پر ہوں گے لیکن اپنی جگہ اتنے خوش ہوں گے کہ کرتی والوں کو اپنے سے افضل مجلس میں نہیں جانتے ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے حضورؐ سے سوال کیا کہ کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں دیکھو گے۔ ادھے دن کے سورج اور سورج چودھویں رات کے چاند کو جس طرح صاف دیکھتے ہوا اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے اس مجلس میں ایک ایک سے اللہ تعالیٰ بات چیت کرے گا۔ یہاں تک کہ کسی فرمائے کا یاد ہے فلاں دن تم نے میرا فلاں خلاف کیا تھا۔

وہ کہے گا کیوں جناب باری! تو تو وہ خطمام عاف فرمآچکا پھر اس کا ذکر؟

کہے گا ہاں نہیک ہے اسی میری مفترست کی وسعت کی وجہ سے ہی تو تو اس درجے پر پہنچا ہے یہ اسی حالت میں ہوں گے کہ انہیں ایک ابرہ طاہنپ لے گا اور اس سے الی خوبصورت سے گی کہ کبھی کسی نے نہیں سوچھی تھی۔

پھر رب العالمین عروج فرمائے گا کہ اٹھو اور میں نے جو انعام و اکرام تمہارے لیے تیار کر کے ہیں انہیں لو۔ پھر یہ سب ایک بازار میں پنچیں گے جسے چاروں طرف سے فرشتے تھیرے ہوئے ہوں گے وہاں وہ چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی دیکھی تھیں نہ سنسنی تھیں نہ کبھی خیال میں گزری تھیں۔ جو شخص جو چیز چاہے گا لے لے کا ثرید و فروخت وہاں نہ ہوگی بلکہ انعام ہو گا۔ وہاں تمام اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ ایک کم درجے کا جتنی اعلیٰ درجے کے جنتی سے ملاقات کرے گا۔ اس کے لباس وغیرہ کو دیکھ کر جی میں خیال کرے گا وہیں اپنے جسم کی طرف دیکھے گا۔ کہ اس سے بھی اپنھے کپڑے اسکے ہیں۔ کیونکہ وہاں کسی کو کوئی رنج و غم نہ ہو گا۔

اب ہم سب اوت کر اپنی اپنی مخلوقوں میں جائیں گے۔ وہاں ہماری بیویاں ہمیں مر جاؤ گئیں گی اور کہیں گی کہ جس وقت آپ یہاں سے گئے تھے تھے یہ تروتازگی اور یہ نورانیت آپ میں نہ تھی لیکن اس وقت تو ہمال و خوبی اور خوشبو اور تازگی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں صحیک ہے ہم آنحضرت اللہ تعالیٰ کی مجلس میں تھے۔ اور یقیناً ہم بہت ہی بڑھ چڑھ گئے۔ ترمذی مسند احمد میں ہے حضور فرماتے ہیں:

جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس سے ملنے کو چاہتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو برا جانے اللہ بھی اس ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ تم قوموت کو مکروہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد قوموت کی کراہت نہیں بلکہ مومن کی سکرات کے وقت اس کے پاس اللہ کی طرف سے خوشخبری آتی ہے۔ جسے سن کر اس کے نزدیک اللہ کی ملاقات سے زیادہ محظوظ چیز کوئی نہیں رہتی۔ پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔ اور فاجر یا کافر کی سکرات کے وقت جب اسے اس برائی کی خبر دی جاتی ہے جو اسے اب پہنچنے والی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے پس اللہ بھی اسکی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اسکی بہت سی اسناد ہیں۔

سب سے اچھی دعوت کس کی ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مَّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا ...

اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے؟ جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے

... وَقَالَ إِنَّمِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (۳۳)

اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔

فرمایا جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیکی کرنے اسلام قبول کرے اس سے زیادہ اچھی بات اور کس کی ہوگی؟ یہ ہے جس نے اپنے نفع پہنچایا اور خلق اللہ کو بھی اپنی ذات سے نفع پہنچایا۔ یہاں سے نہیں جو منہ کے بڑے لبڑے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں مگر خود نہیں کرتے۔ یہ تو خود بھی کرتا ہے اور دوسروں سے بھی کہتا ہے۔

یہ آیت عام ہے۔ رسول اللہؐ سب سے اول ذی طور پر اس کے مصدق ہیں۔

بعضوں نے کہا ہے اس کے مصدق اذان دینے والے ہیں جو نیک کاربھی ہوں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے قیامت کے دن منوزن سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔

سنن میں ہے:

امام ضامن ہے اور منوزن امامتدار۔

اللہ تعالیٰ اماموں کو راہ راست دکھائے اور منوزنوں کو بخشے۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں:

اذ ان دینے والوں کا حصہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مثل جہاد کرنے والوں کے حصے کے ہیں۔ اذ ان اقامت کے درمیان اگلی وہ حالت ہے جسے کوئی جہاد میں راہِ الہی میں اپنے خون میں لوٹ پوت ہو رہا ہو۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں اگر میں منوزن ہوتا تو پھر مجھے حج و عمر۔ اور جہاد کی اتنی زیادہ پرواہ نہ ہوتی۔

حضرت عمرؓ سے منتقل ہے:

اگر میں منوزن ہوتا تو میری آرزو پوری ہو جاتی اور میں رات کے لفظی قیام اور دن کے لفظی روزوں کی اس قدر تک ودونہ کرتا۔ میں نے سنبھال کر رسولؐ نے تمیں بار منوزنوں کی بخشش کی دعا مانگی۔ اس پر میں نے کہا حضورؐ آپ نے اپنی دعا میں ہمیں یاد نہ فرمایا حالانکہ تم اذ ان کہنے پر تکواریں تان لیتے ہیں آپ نے فرمایا:

ہاں لیکن اے عمر! ایسا زمانہ بھی آتے والا ہے کہ منوزنی غریب مسکین لوگوں تک رہ جائے گی۔

سن عمر! جن لوگوں کا کوشش پوست جہنم پر حرام ہے ان میں منوزن ہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس آیت میں بھی منوزن کی تعریف ہے۔ اس کا **حَسْنَى عَلَى الصَّلَاةِ** کہنا اللہ کی طرف بلانا ہے۔

ابن عمرؓ اور عکرمةؓ فرماتے ہیں:

یہ آیت منوزنوں کے بارے میں اتری ہے۔ اور جو یہ فرمایا کہ وہ عمل صالح کرتا ہے۔ اس سے مراد اذان و تکبیر کے درمیان دور گفت پڑھتا ہے۔ جسے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے:

دواذ انوں کے درمیان نماز ہے

دواذ انوں کے درمیان نماز ہے

دواذ انوں کے درمیان نماز ہے۔ جو چاہے

ایک حدیث میں ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان کی دعاء دئیں ہوتی۔

صحیح بات یہ ہے کہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے منوزن غیر منوزن ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے۔ یہ یاد رہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تو سرے سے اذان شروع ہی تھی۔ اس لیے کہ یہ آیت تک میں اتری ہے اور اذان مدینے پہنچ جانے کے بعد مقرر ہوئی ہے جب کہ حضرت عبداللہ بن زید بن عبد الرحمن نے اپنے خواب میں اذان دیتے دیکھا اور سننا اور حضورؐ سے اس کا ذکر کیا تو ۲۰۲۷ نے فرمایا بمال کو سکھاؤ وہ بلند آواز ہیں۔

پس صحیح بات بھی ہے کہ یہ آیت عام ہے اس میں منوزن بھی شامل ہیں۔

حضرت حسن بصریؓ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے تھے:

بھی لوگ ہیں حبیب اللہ بھی اول یاء اللہ ہیں بھی سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ ہیں بھی سب سے زیادہ اللہ کے محبوب ہیں کہ انہوں نے اللہ کی باتیں مان لیں پھر ورسوں سے منوانے لگے اور اپنے مانعے میں بھیکیاں کرتے رہے اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے رہے بھی اللہ کے خلیفہ ہیں۔

وَلَا شَتُّوْيِ الْحَسَنَةَ وَلَا السَّيِّئَةَ ادْفِعْ بِالْتَّيْ هِيَ أَحْسَنُ ...

تیکی اور بدی برادر نہیں ہوتی برائی کو بھلانی سے دفع کر

بھلانی اور برائی تیکی اور بدی برادر نہیں بلکہ ان میں بے حد فرق ہے۔ جو تجھ سے برائی کرے تو اس سے بھلانی کر اور اسکی برائی کو اس طرح دفع کر۔

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے:

تیرے بارے میں جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر۔ اس سے بڑی کوئی جی نہیں۔

... فِإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةً كَانَهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (۳۴)

پھر تیر اوٹھن ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا کرنے سے تیر اجائی دٹھن دلی دوست بن جائے گا۔

وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا...

یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو سب کریں

... وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا ذُو حَظٍ عَظِيمٍ (۳۵)

اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پاسکتا۔

فرمایا اس وصیت پر عمل اسی سے ہو گا جو صابر ہو افس پر اختیار کرتا ہو اور ہو بھی نصیب دار کر دین و دنیا کی بہتری اس کی تقدیر ہو۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

ایمان والوں کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ غصے کے وقت سبز کریں اور دوسروں کی جگalt پر اپنی بردباری کا ثبوت دیں اور دوسرا کی برائی سے درگزر کریں۔ ایسے لوگ شیطانی داؤں سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کے دشمن بھی پھر ان کے دوست بن جاتے ہیں۔

وَإِمَّا يَنْزَغَكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِدْ بِاللَّهِ ...

اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کر لیا کر

... إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۳۶)

یقیناً وہ بہت ہی سنتے والا اور جانتے والا ہے۔

یہ تو ہوا انسانی شر سے بچنے کا طریقہ اب شیطانی شر سے بچنے کا طریقہ بیان ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی طرف جھک جایا کرو اسی نے اسے یہ طاقت دے رکھی ہے کہ وہ دل میں وساوس پیدا کرے اور اسی کے اختیار میں ہے کہ وہ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔
نیز اپنی نماز میں فرماتے تھے:

پہلے ہم بیان کرچکے ہیں کہ اس مقام جیسا ہی مقام صرف سورہ اعراف میں ہے جہاں ارشاد ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

وَإِمَّا يَنْزَغَكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِدْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۹۹:۷-۲۰۰)

خوب کر معاف (درگزر) کرنا، اور کہہ تیک کام کو اور کنارہ گر جا بلوں سے۔ اور بھی ابھارو۔ (اسکے) تجھے کو شیطان کی چیزیں (کا وسوس) تو پناہ پکڑا اللہ کی۔

اور سورہ مومونون کی آیت:

ادْفِعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصْفُونَ

وَقُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ

وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونَ (۹۶:۲۳-۹۸)

میں حکم ہوا ہے کہ درگزر کرنے کی عادت ڈالا اور اللہ کی پناہ میں آ جائیں کرو۔ برائی کا پدھر بھلانی سے دیا کرو۔

دن رات چاند سورج اسی نے بنائے:

اللہ تعالیٰ اپنی خلوق کو اپنی عظیم الشان قدرت اور بے مثال طاقت دکھاتا ہے کہ وہ جو کرنا چاہے کہڑا تا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ...

دن رات اور سورج چاند بھی اسی کی نشانیوں میں سے ہیں

سورج چاند دن رات اسکی قدرت کامل کے نشانات ہیں۔ رات کو اس کے اندر ہمروں سمیت دن کو اس کے اجالوں سمیت اس نے بنائے ہیں کیسے یکے بعد مگر آتے جاتے ہیں۔

سورج کو اور اسکی روشنی اور چمک کو چاند کو اور اسکی نورانیت کو کچھ لوگی بھی مزدیں اور آسمان مقرر ہیں۔ ائمکے طلوع و غروب سے دن رات کا فرق ہو جاتا ہے۔ ممینے اور بررسوں کی کتنی معلوم ہو جاتی ہے جس سے عبادات معاملات اور حقوق کی باقائدہ ادائیگی ہوتی ہے۔

... لَا سُجْدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ ... تم سورج کو یا چاند کو سجدہ نہ کرو

چونکہ آسمان و زمین میں زیادہ خوبصورت اور منور سورج اور چاند تھا۔ اس لئے انہیں خصوصیت سے اپنا تخلوق ہونا بتایا۔ اور فرمایا کہ اگر اللہ کے بندے ہو تو سورج چاند کے سامنے ماتھا نہ لیکن اس لیے کہ وہ تخلوق ہیں۔

وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقُهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (۳۷)

بلکہ سجدہ اس اللہ کے سامنے کرو جو ان سب کا پیدا کرنے والا ہے

تخلوق سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ سجدہ کیے جانے کے لائق وہ ہے جو سب کا خالق ہے پس تم اللہ کی عبادات کیے چلے جاؤ۔ لیکن اگر تم نے اللہ کے سوا اسکی تخلوق کی بھی عبادت کر لی تو تم اس کی نظر وہ میں گرداؤ گے اور پھر تو وہ جسمیں بھی نہ بخشنے گا۔

فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ...

پھر بھی اگر یہی چیزیں تو وہ فرشتے جو اللہ کے نزدیک ہیں وہ تورات دن اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں

... وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ (۳۸)

اور کسی وقت بھی نہیں اکتا تے۔

جو لوگ صرف اس کی عبادات نہیں کرتے بلکہ کسی اور کسی بھی عبادات کر لیتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کے عابدوں ہی ہیں اگر وہ اس کی عبادت چھوڑ دیں تو اور کوئی اس کا عابد ہی نہیں رہنے کا۔ نہیں نہیں اللہ ان کی عبادتوں سے محض بے پرواہ ہے۔ اس کے فرشتے دن رات اس کی پاکیزگی کے بیان اور اس کی خالص عبادتوں میں بے تحکی اور بن اکتا ہے ہر وقت مشغول ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے:

فَإِنْ يَكُفُرُ بِهَا هَوْلَاءُ فَقَدْ وَكَلَّا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكُفْرِهِنَّ (6:89)

اگر کسی کفر کریں تو ہم نے ایک قوم ایسی بھی مقرر کر کی ہے جو کفر نہ کرے گی۔

حضرت گرامتے ہیں رات دن کو سورج چاند کو اور ہوا کو برانہ کہو یہ چیزیں بعض لوگوں کے لیے رحمت ہیں اور بعض کے لیے رحمت۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاسِعَةً...

اس اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے

...فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ...

پھر جب ہم اس پر بینہ بر ساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر ابھر نے لگتی ہے

...إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لِمُحْيِي الْمَوْتَىٰ...

جس نے اسے زندہ کر دیا وہی یقینی طور پر مردوں کو بھی زندہ کرے گا

...إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۳۹)

بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کی اس قدرت کی نشانی کہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اگر وہ بھی چاہتے ہو تو مردہ زین کا باڑھ سے جی اخْتَادَ کیجو لوک وہ خشک چیزیں اور بے گھاٹ پات ہوتی ہے۔ بینہ بر سنتے ہی کھیتیاں پھل بزرگ گھاٹ اور پھول وغیرہ اگ آتے ہیں اور وہ ایک عجیب انداز سے اپنے سبزے کے ساتھ لہلہ نے لگتی ہے اسے زندہ کرنے والا ہی تمہیں بھی زندہ کرے گا یقین مانو کہ وہ جو چاہے اس کی قدرت میں ہے۔

قرآن میں باطل کی ملاوٹ نہیں آ سکتی:

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفُونَ عَلَيْنَا ...

جو لوگ ہماری آیتوں میں کچھ روئی کرتے ہیں وہ کچھ ہم سے مخفی نہیں

الحاد کے مخفی ابن عباس^{رض} سے کلام کو اس کی جگہ سے بنا کر دوسرا جگہ رکھنے کے مردی ہیں اور قادہ سے کفر و عناواد کے۔

الله تعالیٰ فرماتا ہے کہ ملدوگ ہم سے مخفی نہیں۔ ہمارے اسماء و صفات کو اواخر سے ادھر کر دینے والے ہماری نگاہوں میں ہیں۔ انہیں ہم بدترین سزا کیں دیں گے۔

...أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ...

بتلاو جو آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے؟ یا وہ جو اُمن و امان کے ساتھ قیامت کے دن آئے؟

سمجھ لو کہ کیا جہنم واصل ہونے والا اور تمام خطروں سے بچ رہنے والا برابر ہیں! ہرگز نہیں۔

...أَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۴۰)

تم جو چاہو کرتے چلے جاؤ وہ تمہارا سب کیا کرایا و کیھا رہا ہے۔

بدکار کافروں اجوچاہو عمل کرتے چلے جاؤ مجھ سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ باریک سے باریک چیز بھی میری نگاہوں سے او جمل نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْذِكْرِ ...

یہ بڑی با وقت کتاب ہے۔

... لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لِكِتَابٌ عَزِيزٌ (٤١)

جن لوگوں نے اپنے پاس قرآن پہنچ جانے کے باوجود اس سے کفر کیا (وہ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں)

ذکر سے مراد بقول شحناک، سدی اور قادہ قرآن ہے۔

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ...

جس کے پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا اس کے ۲ گے سے داس کے پیچھے سے

... تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (٤٢)

یہ ہے نازل کردہ حکمتون والے خوبیوں والے اللہ کی۔

وہ باعزت ہاتھیمیر ہے۔ اس کے مثل کسی کا کام نہیں اس کے ۲ گے پیچھے سے یعنی کسی طرف سے اس سے باطل نہیں ملتا۔ پرب العالیین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ جو اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔ اس کے تمام حکم احکام بہترین انجام ہونے والے ہیں۔

مَا يُقَالُ لَكَ إِنَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرَّسُولِ مِنْ قَبْلِكَ ...

تجھے سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھے سے پہلے کے رسولوں سے بھی کہا گیا ہے

تجھے سے جو کچھ تیرے زمانے کے کفار کہتے ہیں یہی تجھے سے اگلے نبیوں کو انکی کافر امتوں نے کہا تھا۔ پس جیسے ان پیغمبروں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو۔

إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَعْفَرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ (٤٣)

یقیناً تیرا پروردگار معافی والا بھی ہے اور دردناک عذابوں والا بھی ہے۔

جو بھی تیرے رب کی طرف رجوع کرے وہ اس کے لیے بڑی بخششوں والا ہے۔ اور جو اپنے کفر ضد پر اڑے رہے مخالفت حق اور بخندیب رسول سے باز نہ آئے اس پر وہ سخت دردناک سزا کیں کرنے والا ہے۔

رسول اللہ فرماتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ کی بخشش اور معافی نہ ہوتی تو دنیا میں ایک تنفس بھی نہیں ملتا تھا۔ اور اگر اسکی پکڑ و بکڑ عذاب سزا نہ ہوتی تو ہر شخص مطمئن ہو کر نیک لگا کر بے خوف ہو جاتا۔

قرآن کی زبان عربی کیوں ہے؟

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ...

اگر ہم اسی عجمی زبان کا قرآن بناتے تو کہتے کہ اسکی آئینیں صاف صاف بیان کیوں نہیں کی گیں؟

قرآن کریم کی فصاحت و بیانیت اس کے حکم احکام ایکے لفظی و معنوی فوائد کا بیان کر کے اس پر ایمان نہ لانے والوں کی سرکشی ضد اور دعاویٰ کا بیان فرمارتا ہے جیسے اور آیت میں ارشاد ہے:

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ

فَقَرَأُهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ (198:26-199)

اگر قرآن کسی عجمی زبان میں اترتا تو بہانہ کرتے کہ تم تو اسے صاف صحیح نہیں سمجھ سکتے۔

مطلوب یہ ہے کہ نہ ماننے کے مبیوس حیلے ہیں نہ یوں جیتنے نہ دوں جیتنے۔ مخاطب جب عربی زبان کے ہیں تو ان پر جو کتاب اترتی ہے وہ غیر عربی زبان میں کیوں اترتی ہے؟

اور اگر کچھ عربی میں ہوتی اور کچھ دوسری زبان میں تو کبھی انکا یہی اعتراض ہوتا کہ اسکی کیا وجہ؟

...أَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ...

یہ کیا کہ عجمی کتاب اور عربی رسول

حضرت حسن بصریؑ کی قرأت اعجمی ہے۔ سعید بن جبیر بھی یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔ اس سے اسکی سرکشی معلوم ہوتی ہے۔

فَلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ...

تو کہہ دے کہ یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت و شفا ہے

...وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقُرْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمَّى ...

اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کافروں میں تو بھرہ پن اور بوجھ ہے اور یہ ان پر انداختا ہے۔ فرمان ہے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے دل کی ہدایت اور ان کے سینوں کی شفا ہے۔ ان کے تمام شک اس سے راہیں ہو جاتے ہیں۔ اور جنہیں اس پر ایمان نہیں وہ تو اسے سمجھتی نہیں سمجھ سکتے جیسے کوئی بھرا ہو۔ نہ اس کے بیان کی طرف انہیں ہدایت ہو جیسے کوئی انداختا ہو اور آیت میں ہے:

وَلَنَزَّلُ مِنَ الْفُرْقَانِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا (17:82)

ہمارا نازل کردہ یہ قرآن ایمانداروں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ باس ظالموں کو قرآن کا تقصیان ہی بڑھاتا ہے۔

...أَوْلَئِكَ يُنادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ (٤٤)

یہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور راز جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔

اُنکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دور سے کسی سے کچھ کہہ رہا ہے کہ نہ اس کے کافیوں تک صحیح الفاظ پہنچتے ہیں نہ وہ صحیح طرح مطلب سمجھتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

وَمَنِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمِلَ الَّذِي يَتَعَقَّبُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمُّ بُكْمُ عُمُّ فَهُمْ لَا يَعْقُلُونَ

(2:171)

کافروں کی مثال اس کی طرح ہے جو پکارتا ہے مگر آواز اور پکار کے سوا کچھ اور اس کے کان میں نہیں پڑتا۔
بہرے کو نگئے اندر ہے ہیں پھر کیسے سمجھ لیں گے؟

حضرت نوحؑ نے یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں انکے بذریع ناموں سے پکارا جائے گا۔
ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک دن حضرت عمر ابن خطابؓ ایک مسلمان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس کا ۲۶ خری وقت تھا۔ اس نے یہاں کیک لبیک پکاری۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے کوئی دکھائی دے رہا ہے یا کوئی پکار رہا ہے؟
اس نے کہا ہاں سندھ کے اس کنارے سے کوئی ہلا رہا ہے تو آپ نے یہی جملہ پڑھا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ...

یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی، سواس میں بھی اختلاف کیا گیا

... وَلَوْلَا كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لِفُضْيِ بَيْنَهُمْ ...

اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے تو انکے درمیان بھی
کافیصلہ ہو چکا ہوتا

... وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٌ (٤٥)

یہ لوگ تو اس سے شکی ہیں اور بے چین ہیں۔

الله تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی، لیکن اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ انہیں بھی جھلایا اور ستایا گیا۔ پس جیسے انہوں نے صبر کیا آپ کو بھی صبر کرنا چاہیے چونکہ پہلے ہی سے تیرے رب نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ ایک وقت مقرر یعنی قیامت تک عذاب ہے رہیں گے۔ اس لیے یہ مہلت میں ہیں ورنہ انکے کرتوت ایسے نہ تھے کہ یہ چھوڑ دیے جائیں اور کھاتے پہنچتے رہیں ابھی ہی ہلاک کر دیے جاتے۔ یہ اپنی تکذیب میں بھی کسی یقین پر نہیں بلکہ شک میں ہی پڑے ہوئے ہیں لرز رہے ہیں اور ذنوں کا ذول ہو رہے ہیں واللہ اعلم۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ...

جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لیے

... وَمَا رَبُّكَ بِظَلَامٍ لِّلْعَبِيدِ (۴۶)

اور جو برآ کام کرے گا اس کا وہ بال بھی اسی پر ہے

اس آیت کا مطلب بہت صاف ہے بھلاکی کرنے والے کے اعمال کا نفع اسی کو ہوتا ہے اور برآئی کرنے والے کی برآئی کا
وہ بال بھی اسی کی طرف لوٹتا ہے۔

پروردگار کی ذات ظلم سے پاک ہے ایک کے گناہ پر دوسرا کو وہ نہیں پکڑتا۔

ناکرده گناہ کی وہ سزا نہیں دیتا بلکہ اپنے رسول بھیجا ہے اپنی کتاب اتنا رتا ہے اپنی جنت ختم کرتا ہے اپنی باقیں پہنچا دیتا ہے
اب بھی جونہ مانے وہ مسخرت عذاب و سزا ہو جاتا ہے۔

قيامت سمیت ہر چیز کا علم اللہ کو ہے :

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ...

قيامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اس کے سوا کسی اور کوئی نہیں۔

تمام انسانوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ سے جب فرشتوں کے سرداروں میں سے ایک سردار حضرت جبریلؑ نے قیامت
کے آنے کا وقت پوچھا تو اپنے فرمایا کہ جس سے پوچھا جاتا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ جانے والا نہیں۔

قرآن کریم کی اور آیت میں ہے کہ قیامت کب ہوگی؟

إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَهَا (79:44)

اس کے علم کا مدار تیرے رب کی طرف ہی ہے۔

اسی طرح اللہ جل شانہ نے اور حجۃ فرمایا:

لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ (7:187)

مطلوب ہی ہے کہ قیامت کے وقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

...وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أَنْثى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمٍ ...

اور جو پھل اپنے شگونوں میں سے نکلتے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور جو بچے انہیں ہوتے ہیں سب کا علم اسے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چیز کو اللہ کا علم گھیرے ہوئے ہے یہاں تک کہ جو پھل شگونہ کھلا کر نکلے جس عورت کو حمل رہے جو بچے اسے ہو یہ سب اس کے علم میں ہے زمین و آسمان کا ایک ذرہ اس کے وسیع علم سے باہر نہیں۔ اور آیت میں ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا (6:59)

جو پہنچ جھرتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔

اور جگہ فرمایا:

يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أَنْثى وَمَا تَغْيِضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَرْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمَقْدَارٍ (13:8)

ہر ما دہ کو جو حمل رہتا ہے اور حجم جو کچھ گھناتے ہو جاتے رہجے ہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس کے پاس ہر چیز کا اندازہ ہے۔

اور جگہ فرمایا:

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا يُنْفَصَلُ مِنْ عُمُرٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (35:11)

عمریں جو گھٹیں بڑھیں وہ بھی کتاب میں لکھی ہوتی ہیں۔ ایسا کوئی کام نہیں جو اللہ تعالیٰ پر مشکل ہو۔

...وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي...

جس دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو بلا کر دریافت فرمائے گا کہ میرے شریک کہاں؟

قیامت کے دن مشرکوں سے تمام مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ جنہیں تم میرے ساتھ پرستش میں شریک کرتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟

... قَالُوا آذِنَاكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ (47)

وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو تجھے کہہ سنا یا کہ ہم میں سے تو کوئی اسکا مدعی نہیں۔

وہ جواب دیں گے کہ ہم تو تجھے معلوم کر پچھے کر آج تو ہم میں کوئی بھی اس کا اقرار نہ کرے گا کہ کوئی تیرا شریک بھی ہے۔

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلٍ ...

یہ جن جن کی پرستش اس سے پہلے کرتے تھے وہ ان کی نگاہ سے گم ہو گئے

... وَظَلُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ (48)

اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب ان کے لئے کوئی بچاؤ نہیں۔

آن جان کے معبود ان باطل سب گم ہو جائیں گے۔ کوئی اندر نہ آئے کہا جوانہیں فتح پہنچا سکے اور یہ خود جان لیں گے کہ آج اللہ کے عذابوں سے چھکارے کی کوئی صورت نہیں۔

یہاں **ظن** یقین کے معنی میں ہے۔

قرآن کریم کی اور آیت میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَلَّوْا أَلَّهُمْ مُؤَفَّعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا (18:53)

جنہوں کارلوگ جہنم کو دیکھ لیں گے اور انہیں یقین ہو جائے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں۔ اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

انسان کی مایوسی اور طمع:

لَا يَسْأَمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ ...

بِحَلَالِيَّ كَمَا تَكْنَى سَ إِنْسَانٌ تَحْكَمُّ نَهْيِنَ

... وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيُؤْوِسْ قُنُوطُ (٤٩)

اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو مایوس اور نامیدہ ہو جاتا ہے۔

وَلَئِنْ أَذْفَاهُ رَحْمَةً مَنًا مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَسَّهُ لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي ...

اور جو مصیبت اسے پہنچ چکی ہے اس کے بعد اگر ہم اسے کسی رحمت کا مزہ چکھا گیں تو وہ کہہ انتہا ہے کہ اس کا تو میں حقداری تھا

الله تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ مال صحت وغیرہ بھلاکیوں کی دعاوں سے تو انسان تحکما ہی نہیں اور اگر اس پر بلا آپرے یا فقر و فاق کا موقعہ آجائے تو اس قدر ہر اس اور مایوس ہو جاتا ہے کہ کویا بے کسی بھلاکی کا منہ نہیں دیکھنے کا۔ اور اگر کسی برائی یا بختی کے بعد اسے کوئی راحت مل جائے تو کہنے بیخہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یہ تو میرا حق تھا۔ میں اسی کے لائق تھا۔ اب اس نعمت پر پھوٹتا ہے اللہ تعالیٰ کو بھوتا ہے اور صاف مکار بن جاتا ہے قیامت کے آنے کا صاف انکار کر جاتا ہے۔ مال و دولت راحت و آرام اس کے کفر کا سبب بن جاتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِيَطْغَى أَنْ رَءَاهُ أَسْتَغْنَى (7-96:6)

کوئی نہیں! آدمی سر پڑھتا ہے، اس سے کہ دیکھنے خود کو محظوظ۔

یعنی انسان نے جہاں آساں اس کش و آرام پایا وہیں اس نے سراخھا یا اور سرکشی کی۔

... وَمَا أَظْنُ السَّاعَةَ قَائِمَةً ...

اور میں تو باور نہیں کر سکتا کہ قیامت قائم ہو

... وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَى رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لِلْحُسْنَى ...

اور اگر میں اپنے رب کے پاس واپس کیا گیا تو بھی یقیناً میرے لئے اسکے پاس بھی بہتری ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اتنا ہی نہیں بلکہ اس بد اعمالی پر بھلی امیدیں بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بالفرض اگر قیامت آئی بھی اور میں وہاں کھڑا بھی کیا گیا تو جس طرح یہاں سکھ چین میں ہوں وہاں بھی ہوں گا۔ فرض انکار قیامت بھی کرتا ہے۔ مرنے کے بعد جیسے کوئی بھی ماننا نہیں اور پھر امیدیں بھی پاندھتا ہے اور کہتا ہے جیسے میں یہاں ہوں ویسے ہی وہاں بھی رہوں گا۔

فَلَئِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَئِنْ يَقُولُونَ مِنْ عَذَابٍ غَلِظٍ (۵۰)

یقیناً ہم ان کفار کو ان کے اعمال سے خبردار کریں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

یہاں ان لوگوں کو ذرا تباہے کہ جن کے یہ اعمال و عقائد ہوں انہیں سخت سزا دیں گے۔

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانَ أَعْرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ ...

اور جب ہم انسان پر اپنا انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور کروٹ بد لیتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انسان اللہ کی نعمتیں پا لیتا ہے تو اطاعت سے پھر جاتا ہے اور مانع سے جی چڑاتا ہے۔ جیسے فرمایا:

فَتَوَلَّى بِرْكَتِهِ (51:39)

پس اس نے اپنے مل بولتے پر منہ موزا

اور جب اس سے کچھ نقصان پہنچتا ہے تو بڑی بھی چوری دھائیں کرنے لگتا ہے۔

... وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءِ عَرِيضٍ (۵۱)

اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو بڑی بھی چوری دھائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔

عَرِيضٌ کام سے کچتے ہیں جس کے الفاظ بہت زیادہ ہوں اور معنی بہت کم ہوں اور جو کلام اس کے خلاف ہو ایسی الفاظ تھوڑے ہوں اور معنی زیادہ ہوں تو اسے وجہ کام کہتے ہیں وہ بہت کم اور بہت کافی ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو اور جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنَبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَانَ لَمْ يَدْعُنَا

إِلَى ضُرٍّ مَسَّهُ (10:12)

جب انسان کو مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر ایس کرو یا بیٹھ کرو کھڑے ہو کر غرض ہر وقت ہم سے مناجات کرتا رہتا ہے اور جب وہ تکلیف ہم دور کر دیتے ہیں تو اس بے پرواہی سے چا جاتا ہے گویا اس مصیبت کے وقت اس نے نہیں پکارا ہی نہ تھا۔

فَلْ أَرَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ ...

تو کہہ کے بھائی تو تباو کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہوا ہو اور پھر تم نے اسے نہ مانا

... مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ (۵۲)

پس اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہو گا جو حق سے دور پڑ کر مخالفت میں رہ جائے۔

الله تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ قرآن کے جھٹانے والوں مشرکوں سے کہہ دو کہ مان لو کہ یہ قرآن حق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوا اور تم اسے جھٹا رہے ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کیا حال ہو گا؟ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو گا جو اپنے کفر اور اپنی مخالفت کی وجہ سے راہ حق اور مسلک بدایت سے بہت دور جا پڑا ہو۔

سُرِّيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ...

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود انکی اپنی ذاتوں میں بھی بیہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے۔

الله تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی خاتمیت کی نشانیاں اور جمیں ان کے گرد و نواح میں دنیا کے چاروں طرف دکھادیں گے۔ اسلامیوں کو فتوحات ہوں گی۔ وہ سلطنتوں کے سلطان بیش گے۔ تمام اور دینوں پر اس دین کو غلبہ ہو گا۔

شق بدر اور شق مکہ کی نشانیاں خود انکی اپنی ذاتوں میں ہوں گی کہ یہ لوگ تعداد میں اور شان و شوکت میں بہت زیادہ ہوں گے پھر بھی مٹھی بھرا مل حق انہیں زیر وزیر کر دیں گے۔

اور ممکن ہے یہ مراد ہو کہ حکمت الہی کی ہزار نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں۔ اس کی صنعت و بناءت اسکی تزکیب و جملت اس کے جدا گانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ و روپ وغیرہ اس کے خالق و صانع کی بہترین یادگاریں ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اسکی اپنی ذات میں موجود ہیں۔ اس کا ہیر پھیر کبھی کوئی حالت بچپن جوانی بڑھا پا پہاری تک درستی فراغی و رنج و راحت وغیرہ اوصاف جو اس پر طاری ہوتے ہیں۔

الغرض یہ یہ رونی اور اندر ورنی آیات قدر است اس قدر ہیں کہ انسان اللہ کی ہاتھوں کی خاتمیت کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

...أَوْلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (۵۳)

کیا تیرے رب کا ہر چیز سے واقف و گاہ ہونا کافی نہیں۔

الله تعالیٰ کی کوئی بس ہے اور بالکل کافی ہے وہ اپنے بندوں کے اقوال و افعال سے بخوبی واقف ہے وہ جب فرماتا ہے کہ پنجابر صاحبِ حق ہیں پھر تمہیں کیا ہو گیا یہی سے ارشاد ہے:

لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو تمہارے پاس نہیں ہے اور اپنے علم کے ساتھ نازل فرمائی ہے خود کو ای دے رہا ہے اور فرشتے اسکی تصدیق کر رہا ہے یہیں اور اللہ تعالیٰ کی کوئی کافی ہے۔

أَلَا إِنَّهُمْ فِي مَرْيَةٍ مِّنْ لَقَاءِ رَبِّهِمْ ...

یقین جانو کہ یہ لوگ اپنے رب کے رو برو جانے سے شک میں ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دراصل ان لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے کا یقین یہ نہیں اسی لئے بے فکر ہیں۔ نجیبوں سے غافل ہیں۔ برا نجیبوں سے بچھت نہیں حالانکہ اس کا آنا یقینی ہے۔

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ غایفہ حضرت عمر ابن عبد العزیزؓ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کے بعد فرمایا لوگوں میں نے تمہیں کسی بھی بات کے لئے بچھت نہیں کیا۔ بلکہ صرف اس لئے تمہیں بچ کیا کہ تمہیں یہ مذاووں کو روز جزا کے پارے میں میں نے خوب غور کیا۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ:

اسے سچا جانے والا حمق ہے اور اسے سچا جانے والا حمق ہے اور جو ناجائز والا حمق ہے۔

آپ کے اس فرمان کا کہ اسے سچا جانے والا حمق ہے یہ مطلب ہے:

جی جانتا ہے پھر تیاری نہیں کرتا اور اس کی دل بلا دینے والی دیہشت ناک حالتوں سے غافل ہے اس سے ذکر کوہ اعمال نہیں کرتا جو اسے اس روز کے ذر سے امن دے سکیں۔ پھر اپنے تمہیں اس کا سچا جانے والا بھی کہتا ہے الجواب غفات و شہوت گناہ اور حماقت میں مبتلا ہے اور قیامت کے قریب ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم

... أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ (٥٤)

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کئے ہونے چاہے۔

رب العالمین اپنی قدرت کا ملکہ کو بیان فرمارہا ہے کہ ہر چیز پر اس کا احاطہ ہے۔ قیام قیامت اس پر بالکل سہل ہے ساری مخلوق اس کے قبضہ میں ہے جو چاہے کرے کوئی اس کا ہاتھ تھام نہیں سکتا۔ جو اس نے چاہا ہوا جو چاہے کا ہو کر رہے گا۔ اس کے سوا حقیقی حاکم کوئی نہیں نہ اس کے سوا کسی اور کسی ذات کسی شخص کی عبادت کے قابل ہے۔

